ایڈمرل منصور کیس......کیا ہونا چاہئے؟

حرف تمنا

☆☆☆☆☆☆

ارشاد احمد حقانی

سپریم کورٹ کے ایک سات رکنی بینچ نے ایس جی ایس کیس میں بینظیر بھٹو کی اپیل منظور کرتے ہوئے بعض متعلقہ ججوں کے کردار کے بارے میں جو ریمارکس دیئے تھے، قانونی حلقوں کا خیال تھا کہ ان ریمارکس کے بعد مذکورہ ججوں کا معاملہ سپریم جوڈیشل کونسل میں پیش کیا جائے گا لیکن فیصلے پر ایک ماہ سے زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود ایسا نہیں ہوسکا۔ باخبر لوگوں کی رائے ہے کہ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ مذکورہ معاملہ جوڈیشل کونسل میں آنے سے ایک پنڈورا بکس کھل جائے گا۔ بہت سے پردہ نشین بے نقاب ہو جائیں گے اور عدلیہ کی صفوں میں پائی جانے والی مبینہ کرپشن کا تذکرہ شیطان کی آنت کی طرح طول پکڑ جائے گا۔ اس لئے متعلقہ حلقوں نے عافیت اسی میں سمجھی ہے کہ بعض قانونی حیلوں کا سہارا لیتے ہوئے اس معاملے کو معلق، معطل اور موخر کردیا جائے۔ دلیل یہ دی گئی ہے کہ ابھی بینظیر بھٹو کے خلاف ایس جی ایس کیس دوبارہ چلنا ہے جس کے نتیجے میں انہیں پھر سزا ہوسکتی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پہلے سزا سنانے والے جج کے کردار پر پڑنے والے چھینٹوں کی سنگینی کم ہوجائے گی اس لئے اس عدالتی مرحلے کی تکمیل کا انتظار کئے بغیر جوڈیشل کونسل میں جانا مناسب نہیں۔ ایک اور دلیل یہ دی گئی ہے کہ سپریم کورٹ کے سامنے ایک درخواست یہ بھی ہے کہ متعلقہ جج کے بارے میں دیئے گئے ریمارکس حذف کردیئے جائیں اور ابھی اس اپیل کا فیصلہ ہونا باقی ہے۔ تیسری دلیل یہ دی گئی ہے کہ بینظیر اور نیب دونوں سات رکنی بینچ کے فیصلے کے خلاف نظرثانی کی درخواستیں دائر کر رہے ہیں اور ان درخواستوں کے حتمی فیصلے تک جوڈیشل کونسل میں شکایت بھیجنا قبل از وقت ہوگا۔ تاخیر کے لئے جو دلائل پیش کئے گئے ہیں ان میں جس قدر بھی وزن ہو تاخیر کی اصل وجہ وہی ہے جو میں نے شروع میں بیان کی ہے یعنی بہت سے پردہ نشینوں کے چہروں سے نقاب ہٹ جانے کا اندیشہ ہے اور ''سسٹم'' اتنے بڑے دھچکے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ کالم نگار اردو شیر کاوس جی نے ایک ٹی وی پروگرام میں برملا کہہ دیا تھا کہ عدلیہ کے ارکان کرپٹ ہیں۔ ان کا معروف تکیہ کلام بھی جو بجائے خود توہین عدالت کے زمرے میں آتا ہے اس فقرے میں استعمال ہوا تھا۔ اس پر سپریم کورٹ نے انہیں توہین عدالت کا نوٹس دیا۔ کاوس جی صحت مند ہونے کے بعد نوٹس کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن مقدمہ دبا ہوا ہے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ کاوس جی کے پاس اتنا گولہ بارود ہے کہ اگر وہ چل گیا تو پوری فضا میں دھواں پھیل جائے گا اور بہت سے منہ کالے ہو جائیں گے اس لئے عافیت اسی میں سمجھی گئی کہ توہین عدالت کا نوٹس دبا رہے۔ اب اس قسم کی ایک اور صورتحال پیدا ہو رہی ہے۔ بحریہ کے سابق سربراہ ایڈمرل منصور الحق رضاکارانہ طور پر الزامات کا سامنا کرنے کے لئے ان سطور کی اشاعت تک پاکستان آچکے ہوں گے یا پہنچنے ہی والے ہوں گے۔ کہا جاتا ہے کہ ایڈمرل منصور کے پاس بھی بہت زیادہ گولہ بارود ہے جو چل گیا تو بہت سے چہرے کالے ہو جائیں گے۔ انہوں نے واپسی کی جرأت کی بھی اسی لئے ہے کہ ان کا خیال ہے کہ وہ اتنی گرد اڑا سکتے ہیں کہ کسی کے لئے ان پر ہاتھ ڈالنا آسان نہ رہے۔ پچھلے سال جب معاصر ''دی نیوز'' کے ممتاز تحقیقاتی رپورٹر کامران خان نے اگست اور ستمبر میں دو رپورٹوں میں دفاعی سودوں میں ہونے والے گھپلوں کی تفصیلات شائع کیں تو ملک میں یہ مطالبہ اور بلند آہنگ ہوا کہ دفاعی سودوں میں کرپشن کرنے والے بری، بحری اور فضائی افواج کے اعلیٰ افسروں پر مقدمے چلائے جائیں جس پر نیب کے نئے یعنی موجودہ چیئرمین نے بیان دے دیا کہ ہم نے تحقیقات کرلی ہیں اور دفاعی سودوں میں کسی کرپشن کا ثبوت نہیں ملا، یہ بھی کہا گیا کہ مسلح افواج میں احتساب کا اپنا داخلی نظام ہے اور کوئی بھی افسر کرپشن کرنے کے بعد سزا سے نہیں بچ سکتا اس لئے نیب کو ان کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے۔

تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ بحریہ کے موجودہ سربراہ نے حکومت سے کہا ہے کہ ایڈمرل منصور الحق پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا گیا تو اس سے فرانس کے ساتھ ہمارے بعض انتہائی اہم دفاعی سودے خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔ ہمیں شاید فرانس سے تین آگسٹا۔ ب سب میرینز اور میزائل ساز و سامان نہ مل سکے اس لئے ان کی تجویز ہے کہ ایڈمرل منصور پر مقدمہ بند کمرے میں چلایا جانا چاہئے۔ ایڈمرل منصور مسلح افواج کے کسی بھی ونگ کے پہلے سربراہ ہیں جن کو کرپشن کے الزام میں پکڑا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کے پاس بری اور فضائی افواج کے بعض سابق سربراہوں کے خلاف بہت سا مواد ہے۔ اسی طرح بحریہ میں بھی ان کے بعض پیشرو اور متعدد نائبین اور بعض اہم سویلین اس سودے کی کرپشن میں ملوث ہیں جس کا الزام ایڈمرل منصور پر عائد کیا گیا ہے۔ اب اگر ایڈمرل منصور پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جاتا ہے تو وہ ایک حشر برپا کردیں گے جس کی زد نہ جانے کہاں کہاں پڑ جائے۔ میں ذاتی طور پر ایڈمرل منصور پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلانے کا پرزور حامی ہوں۔ بند کمرے کی سماعت کا قطعاً کوئی جواز نہیں۔ مجھے اس پر بھی کوئی تشویش نہیں کہ بری، بحری اور فضائی افواج کے سابق سینئر افسروں پر بھی سنگین الزامات سامنے آئیں گے۔ اگر انہوں نے کرپشن کی ہے تو انہیں ضرور بے نقاب ہونا چاہئے۔ سیاستدانوں، صنعتکاروں، بینکاروں پر کھلی عدالت میں مقدمے چل سکتے ہیں تو مسلح افواج کے سابق سربراہوں پر کیوں نہیں؟ کیا وہ آسمان سے اترے ہوئے ہیں؟ کیا وہ ملکی قانون سے بالاتر ہیں؟ انہوں نے جو کرپشن یا مبینہ کرپشن کی ہے کیا وہ پاکستان کے کروڑوں غریب عوام کا پیسہ نہیں تھا؟ آخر کس منطق کی رو سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان لوگوں کو سرعام ننگا نہیں کیا جانا چاہئے۔ مسلح افواج کے حاضر سروس افسران کا دعویٰ اگر یہ ہے کہ ان کا دامن صاف ہے تو انہیں اپنے پیشرووں کے کھلے ٹرائل سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے کیونکہ:

آں را کہ حساب پاک است
از محاسبہ چہ پاک است

ایک اندیشہ یہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ اس بہت بڑے طویل و عریض اور عمیق و رفیع پنڈرا بکس کے کھلنے کے ڈر سے ایڈمرل منصور سے سودابازی کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ کچھ لے دے کر انہیں معاف کردیا جائے گا۔ ایسا ہوا تو یہ ایک ظلم عظیم ہوگا اور حکومت کے عمل احتساب اور مساویانہ احتساب کے دعووں کا کریا کرم ہو جائے گا۔ نواز شریف کو ملک سے باہر جانے کی اجازت دینے سے عمل احتساب کا اعتبار مجروح ہوا تھا اور جنرل مشرف 10 روز بعد پیش کی جانے والی وضاحت کے ذریعے کسی کو قائل نہیں کرسکے تھے۔ اب اگر ایڈمرل منصور سے کچھ رقم وصول کر کے سارے معاملے کو رفت گزشت کردیا گیا تو یہ عمل احتساب پر ایک اور کاری ضرب ہوگی۔ ہاں اگر حکومت ایڈمرل عبدالعزیز مرزا کے مشورے میں کوئی حقیقی وزن سمجھے اور اس کے نزدیک ان کا مشورہ قومی مفاد میں ہو تب بھی تحقیقات مکمل اور ہمہ گیر ہونی چاہئے اور مقدمے کی سماعت کسی انتہائی نیک نام سپریم کورٹ کے حاضر سروس یا ریٹائرڈ جج سے کرائی جانی چاہئے خواہ اس کیلئے کوئی نیا قانونی انتظام ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ مسلح افواج میں بلاشبہ بڑے بڑے نیک نام افسر موجود ہیں لیکن منصور الحق کیس کی انتہائی متنوع جہات اور امکانی وسعتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے میری یہ رائے ہے کہ ان پر چلنے والے مقدمے کی سماعت مسلح افواج کے افسران کو نہیں کرنی چاہئے۔ یہ بہت بڑا معاملہ ہے اور اس میں مکمل انصاف ہونا چاہئے۔ کوئی خارجی مصلحت، کوئی خوف، کوئی لالچ مقدمے کی پیش رفت اور تکمیل پر اثرانداز نہیں ہونا چاہئے۔ اس کی سب سے اچھی صورت وہی ہے جو میں نے تجویز کی ہے کہ سپریم کورٹ کے کسی ریٹائرڈ یا حاضر سروس نیک نام اور بہادر جج کو یہ ذمہ داری سونپی جائے اور وہ جو فیصلہ دیں اس پر بلاکم و کاست عمل کیا جائے۔ ایڈمرل منصور پر مقدمہ کس طرح چلنا ہے، یہ اتنا بڑا معاملہ ہے کہ اس کا فیصلہ جنرل مشرف سے کم تر سطح پر نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کے بہت دوررس اثرات مرتب ہوں گے اور یہ بھی فیصلہ ہوگا کہ ملکی قانون غالب اور بالاتر ہے یا مبینہ کرپٹ عناصر زیادہ طاقتور اور بااثر ہیں۔ ایڈمرل منصور کے زیر دام آنے سے قانون کی بالادستی قائم کرنے کا ایک سنہری موقع مشرف حکومت کو ملا ہے۔ کسی مصلحت، کسی دباؤ کے تحت اسے یہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اس کیس میں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوگیا تو پاکستان میں قانون کی حکمرانی کی روایت بہت آگے بڑھ جائے گی جو ہمارے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہوگی اور اس کا کریڈٹ مشرف حکومت کو جائے گا۔

مجوزہ ضلعی حکومتوں کے حسابات پر مرکزی کنٹرول کیوں؟

مشرف حکومت نے این آر بی کی کاوشوں کے نتیجے میں جو نیا بلدیاتی نظام ملک میں رائج کرنا شروع کیا ہے اس کے حق میں سب سے بڑی دلیل یہ دی جارہی ہے کہ اس سے اختیارات نچلی سطح تک منتقل ہوجائیں گے۔ اس سکیم کے ناقدین کا کہنا یہ ہے کہ اس کے ذریعے مرکزی حکومت صوبائی حکومتوں سے بالا بالا ضلعی حکومتوں سے براہ راست رابطہ قائم کرنا چاہتی ہے۔ مرکزی حکومت اس الزام کو بے بنیاد قرار دیتی رہی ہے لیکن اگلے روز وفاقی کابینہ نے ایک ایسا فیصلہ کیا ہے جو نچلی سطح تک انتقال اقتدار کے تصور کی جزوی نفی کرتا ہے۔ اس فیصلے کے تحت ضلعی حکومتوں کے تمام حسابات براہ راست ایک نئے مرکزی عہدیدار کے ماتحت کردیئے گئے ہیں جس پر صوبائی حکومتوں اور خود این آر بی نے اپنے ذہنی تحفظات کا اظہار کیا ہے اور اس اقدام کو انتقال اقتدار کی سکیم کی روح کے منافی قرار دیا ہے۔ بظاہر صوبائی حکومتوں اور این آر بی کے نقطۂ نظر میں وزن ہے۔ مرکزی حکومت کو اس فیصلے پر نظرثانی کرنی چاہئے اور ضلعی حسابات حسب سابق صوبائی حکومتوں کے پاس ہی رہنے دینے چاہئیں۔ ہاں ان کا آڈٹ وفاقی افسران سے کرایا جاسکتا ہے تاکہ اگر کوئی بے ضابطگی ہو تو ایک دوسرا ادارہ اس کی نشاندہی کرسکے۔ مرکزی کابینہ کا حالیہ فیصلہ حکومت کی بلدیاتی سکیم کی روح سے مطابقت نہیں رکھتا اور اسے تبدیل کردینا چاہئے۔